© rasailojaraid.com

ظلم وجارحیت، اوراسلامی موقف

مولانا افتخار عالم بہاری

ا۔ اللہ اوراس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے دوسروں پر ظلم وتعدی اور جوروستم کرنے کا نام دہشت گردی ہے، جیسا کہ آیت باری تعالیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے صاحبِ تفسیرِ قاسمی نے لکھا ہے:

"الذین یحاربون اللّٰه و رسوله ای یخالفونهما ویعصون امرهما (ویسعون فی الارض فسادا) ای یعملون فی الارض بالمعاصی وهو القتل واخذ المال ظلما" (تفسیر قاسمی ۱۱۶/۴)

اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی مسلم حکومت ہے اور وہ اللہ ورسول کے حکم کی مخالفت کرتی ہے کسی معاملہ میں تو وہ بھی دہشت گردی ہے، اسی طرح وہ ممالک جو اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر دوسرے ملکوں پر بغیر کسی صحیح ثبوت کے حملہ کردیتے ہیں یہ بھی دہشت گردی ہے، اسی طرح دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مشتبہ افراد کو کسی غیر جانبدار عدالتی طریقہ سے ان کا جرم ثابت کئے بغیر یکطرفہ طور پر سزا دینے کی کوشش بھی دہشت گردی ہی قرار دی جائے گی، اس لئے کہ یہ بھی اپنی طاقت کے بل بوتے پر ایک مظلوم شخص کو سزا دینا ہے، اسی طرح صرف شبہ کی بنیاد پر طاقت کا یکطرفہ من مانا استعمال بھی دہشت گردی کہلائے گی، اسی طرح بے گناہوں کا قتل کرنا، ایک جگہ ہوئے ظلم کا بدلہ دوسری جگہ کے افراد سے لینا، رائے عامہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے غیر متعلق لوگوں پر ظلم کرنا، (جیسے ہوائی فائرنگ کرکے بے گناہوں کو مارڈالنا) اس طرح کی تمام قسمیں اسلام کی نظر میں ظلم وجارحیت کے ذیل میں آتے ہیں، اسلام قتل ناحق کا مخالف ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ومن قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا". (سورۂ مائدہ:۳۲)

(اور جس نے کسی انسان کو خون کے بدلہ یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسان کو قتل کیا، اور جس نے کسی انسان کو زندگی دی گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی)۔

☆ درنا امیدی بسی امید است ..... پایان شب سیہ سپید است ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہٰذا اسلامی نقطہ نظر سے دہشت گردی کی تعریف یہ ہوگی کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے دوسروں پر ظلم وتعدی اور جور وستم کرنا۔

۲۔ اگر بعض اوقات حکومتیں ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل ومساوات کا سلوک نہیں کرتیں اور بعض طبقات کے ساتھ سیاسی ومعاشی ناانصافی روا رکھتی ہیں، اوران کے جان واملاک کے تحفظ میں دانستہ کوتاہی سے کام لیتی ہیں، یا سرکاری سطح پر کچھ ایسی تدبیریں کرتی ہیں جن سے اس طبقہ کے لوگ جانی ومالی نقصان سے دوچار ہوں تو یقیناً حکومتوں کے اس غیر منصفانہ اور ظالمانہ رویہ کو دہشت گردی کہا جائے گا، بلکہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی دہشت گردی ہے، اسلامی نقطہ نظر سے بھی اور دنیا میں بسنے والے دیگر قوموں کے نقطہ نظر سے بھی، اس لئے کہ اسلام نے اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل ومساوات کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ان اللّٰہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا، و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل، ان اللّٰہ نعما یعظکم بہ ان اللّٰہ کان سمیعا بصیرا“ (النساء:۵۸)

(بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچایا کرو، اور جب لوگوں کے درمیان تصفیہ کیا کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم کو جس بات کی نصیحت کرتے ہیں وہ بہت اچھی ہے، بلاشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں)۔

اس آیت میں امانات سے مراد تمام ذمہ داریاں اور جملہ حقوق واجبہ ہیں، جن میں حضرت زید بن اسلم کی صراحتؒ کے مطابق حکومت کے عہدے بھی داخل ہیں، حضرت امام احمدؒ نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ولی من امور المسلمین شیئا فامر علیھم احدا محاباۃ فعلیہ لعنۃ اللّٰہ، لایقبل منہ صرفا و لا عدلا حتی یدخلہ جھنم“

(جمع الفوائد/۳۲۵)

(جس شخص کو مسلمانوں کا امیر بنایا گیا پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض رعایت کی مد میں سپرد کردیا اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل، یہاں تک کہ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا)۔

☆انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال ...... ☆ ...... گفتار بین ......نظر بہ گوینده مکن☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے معلوم ہوا کہ کسی طبقہ کے ساتھ سیاسی ومعاشی ناانصافی رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، بلکہ ہر حق والے کو حق دینا حکومت کا فرض ہے، محض سیاسی وجوہ کی بنا پر کسی حقدار کو حق نہ دینا شرعاً جائز نہیں ہے، بلکہ ایسے حکام ان وجوہات کی بنا پر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

سرکاری سطح پر جو تدبیریں کی جاتی ہیں کسی طبقہ کو جانی ومالی نقصان پہنچانے کے لئے وہ بالکل جائز نہیں ہیں، حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ ملک کے تمام باشندوں کو عدل واعتدال پر قائم رکھے، اور مملکت سے داخلی اور خارجی فتنہ وفساد سے ملک میں بسنے والے تمام لوگوں کی حفاظت کرے اور ان کے مال اور ان کی آبرو کی حفاظت کرے، اسی طرح ان پر کوئی ظلم باہر سے آکر کرے یا اپنے ہی ملک کے باشندے اپنے ہی ملک کے باشندوں کو جانی ومالی نقصان پہنچانا چاہیں تو ان کی اس سے حفاظت کرے، اسی طرح ملک کے باشندوں سے برائیوں کو دور کرے، اور ان کو بھلائی پر آمادہ کرے، اگر کوئی حکومت ان کاموں کو انجام نہیں دیتی ہے یا انجام دیتی ہے مگر طبقات کے درمیان امتیاز کرتی ہے، تو یہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت ہے، اور ہم اس سے پہلے دہشت گردی کی تعریف میں کہہ چکے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے کسی پر ظلم کرنے کا نام دہشت گردی ہے، اور سوال میں جو باتیں مذکور ہیں ان پر دہشت گردی کی تعریف صادق آتی ہے۔

لہٰذا اگر حکومتیں اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل ومساوات کا سلوک نہیں کرتیں، یا ان کے جان ومال کے تحفظ میں دانستہ کوتاہی سے کام لیتی یا سرکاری سطح پر ایسی تدبیریں کرتی ہیں جس کی وجہ سے اس طبقہ کو جانی ومالی نقصان پہنچے تو حکومت کے اس غیر منصفانہ رویہ پر دہشت گردی کا اطلاق ہوگا، بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کی دہشت گردی کہی جائے گی۔

۳۔ اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہو تو اس پر احتجاج اور ردعمل کے اظہار کے جائز ہونے اور واجب ہونے میں کچھ تفصیل ہے جو مندرجہ ذیل ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر" (آل عمران: ۱۰۴)

(اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ جو لوگوں کو خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں)۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی اچھی بات کہنے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برائی سے روکنے) پر قادر ہو، یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہو کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی معتد بہ ضرر لاحق نہ ہوگا تو ایسے شخص کے لئے جب کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہو تو اس پر احتجاج کرنا واجب ہے، اور جو شخص معنی مذکور کے مطابق قادر نہ ہو تو اس پر اس صورت میں احتجاج واجب نہیں ہے، مگر احتجاج کرنا جائز ہے، اور اگر ہمت کر کے احتجاج کرے تو اس پر ثواب ملے گا، اللہ کے رسول علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اور اگر طاقت رکھتا ہو تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اور اگر ہاتھ سے مٹانے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل سے اس کو برا جانے، اور یہ ایمان کا بہت ہی کمزور درجہ ہے۔" (مسلم شریف)۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ناانصافی پر احتجاج اور ردعمل کا اظہار بقدر استطاعت واجب ہے ورنہ خاموشی بہتر ہے، اصل میں ہر زمانے میں نہی عن المنکر کا طریقہ مختلف رہا ہے، اس زمانے میں نہی عن المنکر کا طریقہ احتجاج اور ردعمل کا اظہار کرنا ہے، کسی مسئلہ پر کسی وقت احتجاج اور ردعمل کا اظہار واجب بھی ہے، اور کبھی حالات کے اعتبار سے اور حیثیت کے لحاظ سے صرف جائز ہے۔

مظلوموں کا ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی نہیں ہے، بلکہ یہ دہشت گردی کا مقابلہ ہے، دنیا میں کوئی مذہب نہیں جس نے ظالم سے نبرد آزما ہونے کو ظلم اور دہشت کا نام دیا ہو، ہندو تاریخ میں کوروا اور پانڈو کی جنگ مشہور ہے اور اس موقع پر جناب کرشن جی نے ارجن کو جو اپدیش دیئے وہ آج بھی گیتا میں مشہور ہے، اس میں یہ پیغام ہے کہ اپنے جائز حق کے لئے اٹھ کھڑا ہونا اور ناانصافی کے خلاف سینہ سپر ہونا دہشت گردی نہیں، بلکہ ایک مقدس جہاد ہے، قرآن مجید نے بھی لطیف تعبیر میں کہا ہے کہ کسی بری بات کو کھلے عام کہنا خدا کو پسند نہیں لیکن جو شخص مظلوم اور ستم رسیدہ ہو اس کو یقیناً احتجاج کا حق حاصل ہے:

"لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم" (النساء:۱۴۸)

اسی طرح دنیا میں اپنے حق وصول کرنے کے لئے لڑنے کو کوئی دہشت گردی نہیں کہتا ہے، اور اگر کوئی کہتا ہے تو وہ اس کی اخلاقی دہشت گردی ہے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ" (البقرہ:۱۹۴)

☆ بالملح یصلح ما یخشی تغیرہ فکیف بالملح ان حلت بہ الغیر ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اور جو تم پر دست درازی کرے تم بھی اس پر دست درازی کرو، البتہ اللہ سے ڈرتے رہو۔)

جب احکم الحاکمین مظلوموں کو ظالمین کے خلاف کھڑے ہونے کی اجازت دیتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کس کی اجازت درکار ہے۔ لہٰذا کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی کی صورت میں تفصیل بالا کے مطابق کسی پر کسی وقت احتجاج واجب ہے اور کبھی جائز ہے، اسی طرح مظلوموں کا ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آتا ہے۔

۴۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک شخص کے جرم کا بدلہ اسی طبقہ کے دوسرے ان لوگوں سے لیا جائے جو اس جرم میں شامل نہ رہے ہوں، اور کچھ مجرمین کی وجہ سے بے قصور لوگوں کو نشانہ انتقام بنایا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''لا تزر وازرة وزر اخرى'' (النجم:۳۸) (کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔) اسلام کے مطابق صرف انہی لوگوں سے برابر کا بدلہ لینے کا حق ہے جنہوں نے ظلم کیا ہے، اور یہ حق بھی مطلق نہیں ہے، ظالم کے علاوہ اس سے مذہبی، لسانی یا نسلی تعلق رکھنے والے کسی دوسرے گروہ سے اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا، ویسے ظلم وتعدی کی یہ شکل کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ رہی ہے اور آج کے عہد میں تو اس کا دائرہ بے انتہا وسیع ہو گیا ہے، عربوں میں بھی اسلام سے قبل اس کی ایک صورت ''ثار'' کی تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص قتل ہو جائے تو قاتل کے قبیلہ کے کسی بھی فرد سے مقتول کے قبیلہ کا کوئی فرد اس کا بدلہ لے سکتا تھا، اس میں اکثر و بیشتر بے گناہ مارے جاتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے یہ کہہ کر اس کی ممانعت فرما دی، کہ زمانہ جاہلیت کے سارے خون اب کالعدم ہیں، پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے، ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے کو بنی ہذیل نے مار ڈالا تھا، اس کو معاف کرتا ہوں۔ (سیرة ابن ہشام،۲/۶۰۳)۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو مظلوموں کیلئے ظلم کرنے والے طبقہ کے ان لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے جو لوگ اس ظلم میں شامل نہ ہوں۔

۶۔ اگر کسی گروہ یا فرد کی جان ومال یا عزت وآبرو پر حملہ کیا جائے تو حتی المقدور مدافعت واجب ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

''وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الی رسول الله

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ﷺ فقال: یارسول اللّٰہ! ارایت ان جاء رجل یرید اخذ مالی؟ قال: فلا تعطہ مالک، قال: ارایت ان قاتلنی؟ قال: قاتلہ، قال: ارایت ان قتلنی؟ قال: فانت شہید، قال: ارایت ان قتلتہ؟ قال: ھو فی النار" (الترغیب والترہیب،۲/۳۴۰)

(ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ کیا مشورہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرے مال کو لینا چاہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنا مال اس کو مت دو، پھر اس شخص نے کہا: کیا آپ گمان نہیں کرتے ہیں کہ وہ مجھ سے قتال کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اس سے قتال کرو، پھر اس شخص نے کہا: آپ کیا گمان کرتے ہیں اگر وہ مجھ کو قتل کردے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم شہید ہوگے، پھر اس نے کہا: اگر میں اس کو قتل کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم میں ہوگا)۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے جو حضرت سعید بن زیدؓ سے منقول ہے:

"عن سعید بن زیدؓ قال: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من قتل دون مالہ فھو شہید، ومن قتل دون دمہ فھو شہید، ومن قتل دون اھلہ فھو شہید" (الترغیب والترہیب،۲/۳۳۹)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے، اسی طرح جو اپنے نفس کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے، اسی طرح جو اپنے اہل کی حفاظت میں قتل ہوا وہ شہید ہے)۔

لہٰذا اگر کسی فرد کی جان ومال، عزت وآبرو پر حملہ کیا جائے اور وہ شخص اس کی مدافعت کرے اور اس کی وجہ سے قتل کیا جائے وہ شہیدوں میں شمار کیا جائے گا، فقہ کی کتابوں میں ہے:

"اذ خیف الھلاک ولان دفع الھلاک واجب بای طریق یمکن" (ہدایہ،۲/۵۶۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اوپر سے ہلاکت کو دفع کرنے کا انسان کو اختیار ہے، چاہے اس کے لئے کوئی بھی طریقہ ممکن ہو، مگر یہ کہ وہ حملہ آور کہے کہ تم اپنی جان کو خود ہی قتل کرڈالو، یا یہ کہے کہ فلاں شخص کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قتل کرڈالو تو اس کے لئے غیر کو قتل کرنے سے اور اپنے آپ کو قتل کرنے سے رک جانا چاہئے اور اس پر صبر کرنا چاہئے، اور اگر اس کی وجہ سے قتل کردیا گیا تو شہید ہوگا۔

اسی طرح اگر مسلمانوں کو دشمنوں نے گھیر لیا اور اس بات کا یقین ہو کہ اگر ہم حملہ کریں گے تو قتل کردیئے جائیں گے تو بھی حملہ کرنا صحیح ہے، اس لئے کہ اس کی نظیر تاریخ میں ملتی ہے کہ آپ ﷺ کو مشرکین مکہ نے غزوہ احد میں گھیر لیا تھا اور آپ کے اردگرد چند صحابہ کرام تھے، ان صحابہ کرام نے ان مشرکین پر حملہ کیا جنہوں نے آپ ﷺ کو گھیر لیا تھا، اور آپ ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی:

ذکر فی شرح السیر انه لا باس ان یحمل الرجل وحده وان ظن ان یقتل اذا کان یصنع شیئا یقتل او یجرح او یحزن فقد فعل ذلک جماعة من الصحابة بین یدی رسول اللّٰه ﷺ یوم احد ومدحهم علی ذلک"۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وقاتلوا فی سبیل اللّٰه الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا" (سورۂ بقرہ:۱۹۰)

(اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو)۔

یہ دفاعی جنگ کی صورت ہے، حملہ آور جان پر یا مال پر یا دین پر حملہ کرے تو ان سے لڑنا چاہئے، اسی طرح دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یاایها الذین امنوا اذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکرو اللّٰه کثیرا لعلکم تفلحون" (الانفال:۴۵)

(اے ایمان والو جب تمہاری کسی جماعت سے مڈبھیڑ ہوجائے تو ثابت قدم ہوجاؤ اور اللہ کا خوب ذکر کرو شاید تم کامیاب ہوجاؤ گے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی گروہ کسی کی جان و مال، عزت و آبرو پر حملہ کرے تو مسلمان کو چاہئے کہ اس سے مقابلہ کرے اور اللہ کا ذکر کرے، انشاء اللہ، اللہ اس کو کامیابی سے ہمکنار کرے گا، لہٰذا اوپر مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں اگر کسی گروہ یا فرد کی جان و مال یا عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے تو اس کی مدافعت حتی المقدور واجب ہوگی گرچہ اس کے نتیجے میں انسان کی جان چلی جائے۔

از پدرش چه خیری دیدی......☆...... که از پسرش ببینی؟

© rasailojaraid.com